بائیسواں مسئلہ

نماز میں قہقہہ سے وضو ٹوٹ جاتا ہے

احادیث نبویہ سے روشن ثبوت

اب ہم قصداً "نماز میں قہقہہ کے ناقضِ وضو ہونے کا مسئلہ" یہاں زیر بحث لاتے ہیں جس کی بنیاد بظاہر احادیثِ صحیحین پر نہیں ہے، بلکہ ائمۂ حنفیہ نے جن حدیثوں سے استدلال کیا ہے ان پر کلام بھی کیا گیا ہے اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ وہ حدیثیں ضعیف ہیں، مگر حق یہ ہے کہ ● اس مسئلے کی بنیاد بھی احادیثِ صحیحین پر ہے ● اور غیر صحیحین کی جن حدیثوں کو ضعیف بتایا گیا ہے وہ کم از کم مجموعی حیثیت سے حَسَن و قابلِ حجت ضرور ہیں۔

اس طرح مذہبِ امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بنیاد، دو انواع کی حدیثوں پر ہے:

نوعِ اول: غیر صحیحین کی احادیث، جو خاص نماز میں قہقہہ کے تعلق سے وارد ہیں۔

نوعِ دوم: صحیحین وغیرہ کی احادیث، جو مشتبہات میں احتیاط کے تعلق سے وارد ہیں۔

یہ دونوں انواع کی حدیثیں مجموعی حیثیت سے مذہب امام اعظم کی دلیل ہیں، اب ہم وہ مسئلۂ خاص اور اس کے بارے میں ائمہ کے مذاہب بیان کرتے ہیں۔

ائمہ کے مذاہب: ایسی نماز جو رکوع و سجدہ والی ہو اس میں بلند آواز کی ہنسی سے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اسے ناقضِ وضو نہیں مانتے، چناں چہ وہ خود ارقام فرماتے ہیں:

"لا وضوء من كلامٍ وإن عظم ولا ضحكٍ في صلوٰة ولا غيرها." (۱)

ترجمہ: کلام سے وضو نہیں ہے اگرچہ وہ بڑی بات ہو اور نہ ہی ہنسنے سے، یہ ہنسی نماز میں ہو، خواہ اس سے باہر۔

بلکہ بقول علامہ ابن رشد اندلسی امام اعظم کے سوا، اس مسئلہ خاص میں کوئی اس کا قائل نہیں ہے کہ قہقہہ سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ (۲)

لیکن امام بدر الدین عینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ تصریح کی ہے کہ صحابیِ رسول ● حضرت ابو موسیٰ الاشعری ● امام حسن بصری ● امام ابراہیم نخعی ● امام سفیان ثوری ● امام محمد بن سیرین ● امام اوزاعی ● اور امام عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا بھی یہی مسلک ہے۔ (۳)

عقل وقیاس کا مقتضا یہی ہے کہ قہقہہ نماز میں ہو، یا غیر نماز میں، کسی بھی حالت میں ناقض وضو نہیں ہونا چاہیے لیکن امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عقل وقیاس کے تقاضے کو ایک حدیث نبوی کی بنیاد پر ترک کر دیا ہے کیوں کہ اس میں احتیاط فی الدین ہے۔

مذہب حنفی کے دلائل

مذہب حنفی کی بنیاد دو انواع کی حدیثوں پر ہے

نوع اول کی احادیث:

(۱) روىٰ أبو حنيفة عن منصور بن زاذان الواسطي، عن الحسن، عن مَعبد بنِ أبي معبد الخزاعى عن النبي -صلى الله تعالىٰ عليه وسلَّم- قال: بينما هو في الصَّلوٰة إذ أقبل أعمىٰ يريد الصّلوٰة، فوقع في رَكِيَّة فاستضحك القوم، فقهقهوا فلما انصرف -صلى الله تعالىٰ عليه وسلم- قال: "من كان منكم قَهْقَهَ فَلْيُعِدِ الوضوء والصَّلوٰة." (٤)

---

(١) كتابُ الأم، ص:٣٥، ج:١، كتاب الطهارة/ باب الكلام والأخذ من الشارب، دار الفكر.

(٢) بداية المجتهد، ص:٤٠، الباب الرابع في نواقض الوضوء/ المسئلة السادسة، دارُ المعرفة، بيروت، لبنان.

(٣) البناية في شرح الهداية ج:١، ص:٢٣٥، كتاب الطهارات/ مسئلة فساد الصلاة من القهقهة.

(٤) فتح القدير، ج:١، ص:٥٢، عن مسند أبي حنيفة، كتاب الطهارات/ فصلٌ في نواقض الوضوء، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان ● وبركات رضا، فور بندر، غجرات.

ترجمہ: منصور بن زاذان واسطی حضرت حسن بصری سے، وہ معبد بن ابو معبد خزاعی سے اور وہ نبی کریم ﷺ سے راوی کہ حضور ﷺ نماز پڑھ رہے تھے کہ اسی اثنا میں ایک نابینا نماز کے ارادہ سے آئے اور ایک گڑھے میں گر پڑے تو لوگ کھِل کھلا کر ہنس پڑے، جب حضور ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ "تم میں سے جس جس نے قہقہہ لگایا ہے وہ دوبارہ وضو کرے اور نماز لوٹائے۔"

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق بعض مؤرخین نے جو یہ بدگمانی پھیلا رکھی ہے کہ وہ قیاس ورائے پر عمل کرتے تھے غالبًا ان کے سامنے امام کے اس قسم کے مسائل نہیں تھے اس وجہ سے ان میں یہ جرأت پیدا ہوئی۔ اس حدیث کے پیش نظر امام کا قیاس کو ترک کر دینا اس بات کی واضح نشان دہی کرتا ہے کہ وہ حدیث کے ہوتے ہوئے قیاس پر عمل نہیں کرتے تھے۔

قہقہہ کو ناقض وضو ماننے سے انکار کی وجہیں:

امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قہقہہ کو ناقض وضو ماننے سے انکار کرتے ہیں اس کی دو وجہیں ہو سکتی ہیں:

ایک یہ کہ ممکن ہے ان تک یہ حدیث نہ پہنچی ہو اور یہ حکم عقل و قیاس کے خلاف ہے جیسا کہ حضرت حسن بن زیاد کے ساتھ ان کے ایک مناظرے سے عیاں ہوتا ہے۔ (۱)

دوسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ ان کے نزدیک یہ حدیث صحیح نہ ہو۔ جیسا کہ بعض محدثین اس حدیث کی صحت سے انکار کرتے ہیں۔ چناں چہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں کہ "قہقہہ کے بارے میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہے۔" اس کا مطلب یہ ہے کہ محدثین کی اصطلاح کے مطابق "صحیح" نہیں تو وہ حسن ہو سکتی ہے۔ (۲)

بعض محدثین اس حدیث کی سند پر یہ تنقید کرتے ہیں کہ اس کے آخری راوی معبد کی صحابیت ثابت نہیں ہے اور یہ پہلا شخص ہے جس نے بصرہ میں مسئلہ قدر کے متعلق گفتگو کی اور اس کا منکر ہوا۔ (۳)

لیکن حقیقت واقعہ یہ ہے کہ ان ناقدین کو اشتباہ ہو گیا، معبد نام کے دو راوی ہیں **ایک** معبد جہنی،

---

(۱) نصب الراية، ج:۱، ص:۵۳، قاله ابن عدي في الكامل في ترجمة الحسن بن زياد رحمهٗ الله تعالى.

(۲) البناية في شرح الهداية، ج:۱، ص:۲۳۴، كتاب الطهارات/ القهقهة في الصلاة.

(۳) البناية في شرح الهداية، ص:۲۳۱، كتاب الطهارات/ القهقهة في الصلاة.

دوسرے معبد خزاعی۔

معبد خزاعی کی صحابیت مسلّم ہے۔ چناں چہ ابن مندہ اور ابو نعیم نے ان کو صحابہ میں شمار کیا اور اس کی دلیل یہ پیش کی کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہجرت فرمائی تو اُم معبد کے خیمہ کے پاس سے گزرے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے معبد کو بھیجا - اور وہ بچے ہی تھے - کہ بکری کو میرے پاس لاؤ۔ اور اس سند میں معبد خزاعی ہی مراد ہیں۔ (۱)

اور جس **معبد** پر تنقید کی گئی ہے وہ معبد جہنی ہے علاوہ ازیں امام عینی نے شرح ہدایہ میں لکھا ہے:

"ثم لو سلَّمنا أنه الجهني المتكلِّم في القدر، فلا نسلِّم أنه لا صحبة له، قال أبو عمر ابن عبد البَر في كتاب الاستيعاب: ذكرهُ الواقدي في الصّحابة وقال: أسلم قديما، وهو أحد الأربعة الذين حملوا ألوِية الجهنية يوم الفتح قال: وقال أبو أحمد في الكنىٰ وابنُ أبي حاتم كلاهما: له صحبة، وقال الذهبي في "تجريد الصحابة": معبدُ بن خالد الجهني أبُورفاعة شهد الفتح، له رواية. قال ابن عدي: قال لنا ابن حماد: وهو معبد هو الذي ذكره البخاري في كتاب "تسمية الصحابة". (۲)

ترجمہ: پھر اگر ہم تسلیم بھی کر لیں کہ یہ معبد وہی جہنی ہے جس نے مسئلہ قدر میں کلام کیا ہے، تو یہ تسلیم نہیں کہ انھوں نے حضور کی صحبت نہیں پائی، امام ابو عمر ابن عبد البَر نے "الاستیعاب" میں تصریح کی ہے کہ واقدی نے انھیں صحابہ میں شمار کیا ہے۔ اور یہ کہا ہے کہ وہ بہت پہلے اسلام لا چکے تھے اور یہ ان چار مجاہدین میں سے ہیں جنھوں نے فتح مکہ کے روز جہنی جھنڈے اٹھا رکھے تھے۔ اور ابو احمد نے "کتابُ الکُنیٰ" میں اور ابن ابی حاتم نے تصریح کی کہ ان کی صحبت ثابت ہے۔ امام ذہبی نے "تجرید الصَّحابة" میں فرمایا کہ معبد بن خالد جہنی ابو رفاعہ فتح مکہ کے روز حاضر تھے اور ان کی روایت بھی ہے۔ ابن عدی نے ابن حماد کے حوالہ سے کہا کہ یہ معبد وہی ہیں جن کا ذکر امام بخاری نے "تسمية الصحابة" میں کیا ہے۔

اس کا حاصل یہ ہے کہ راویِ حدیثِ قہقہہ "معبد" کے بارے میں قدری ہونا تسلیم کر لیا جائے تو

---

(۱) فتح القدير، ص:٤٦، ج:١، كتاب الطهارات/ فصل في نواقض الوضوء، دارُ الكتب العلمية، بيروت، لبنان ● و بركات رضا، فور بندر، غجرات.

(۲) البناية في شرح الهداية، ج:١، ص:٢٨٣، كتاب الطهارات/ القهقهة في الصلاة.

بھی ان کی یہ حدیث ناقابل حجت نہیں قرار دی جاسکتی کیوں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ان کی صحبت ثابت ہے اور محدثین کا اجماع ہے کہ مبتدعین اور اہل ہوا کی محض وہی مرویات ناقابل حجت ہوں گی جن سے ان کے مسلک کی تایید ہوتی ہو۔

حدیث قہقہہ کثیر صحابہ کرام سے مروی ہے:

علاوہ ازیں یہ حدیث درج ذیل کثیر صحابہ کرام سے بھی مروی ہے۔

(۲) حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۴) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۶) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۷) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۸) حضرت ابوالملیح عن ابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۹) ایک انصاری صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

● حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث امام طبرانی نے اپنی معجم میں ابوالعالیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے اور امام بیہقی نے اسے "خلافیات" میں ذکر کر کے یہ تنقید کی ہے کہ "جماعتِ ثِقات نے اسے بسند ہشام، از حفصہ، از ابوالعالیہ، از نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روایت کیا ہے۔"

● حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث امام دارقطنی نے اپنی "سُنن" میں روایت کی ہے، ساتھ ہی یہ تنقید بھی کی ہے کہ اس حدیث کے ایک راوی عبدالعزیز ضعیف ہیں، ایک راوی عبدالکریم متروک ہیں اور حضرت حسن و حضرت ابوہریرہ کے درمیان انقطاع ہے۔

امام عینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا دفاع کیا ہے اور آخر میں انقطاع کا جواب یہ دیا ہے کہ حدیث مرسل ہمارے نزدیک حجت ہے۔

● حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث امام ابن عدی نے "الکامل" میں "بقیہ" سے روایت کی ہے، اس پر امام ابن الجوزی نے "العلل المتناهية" میں یہ کلام کیا ہے کہ "یہ حدیث صحیح

نہیں" کیوں کہ بقیہ تدلیس کرتے ہیں۔

امام بدر الدین عینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ یہاں یہ کلام مناسب نہیں کیوں کہ بقیہ نے "حدثنا" کے لفظ سے حدیث روایت کی ہے اور مُدَلِّس جب "تحدیث" کی صراحت کر دے اور وہ صدوق ہو تو اس سے تدلیس کی تہمت زائل ہو جاتی ہے اور ان سے تو امام مسلم نے بھی تخریج حدیث کی ہے۔

● حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث امام دار قطنی نے تخریج کی ہے، اور ساتھ ہی اسے ضعیف بتایا ہے۔

امام عینی فرماتے ہیں کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ ممکن نہیں کہ اس طرح کے مقام پر اپنی رائے سے کوئی بات کہیں تو ان کی یہ حدیث سماع پر محمول ہے۔ علاوہ ازیں اگر یہ حدیث ضعیف ہو تو اس باب کی مروی دوسری احادیث سے وہ قوی ہو جاتی ہے، ان کے کلمات یہ ہیں:

"وإن كان هذا الحديث ضعيفًا فقد اعتضد بغيره من الأحاديث المروية في هذا الباب."(۱)

امام عینی کا یہ فیصلہ حدیث جابر کے متعلق ہے مگر میری رائے میں جتنی روایتیں اس مسئلہ خاص میں مروی ہیں ان سب کو بحیثیت مجموعی دیکھتے ہوئے یہ وثوق حاصل ہوتا ہے کہ اصل مضمون ضرور صحیح ہے۔

اصول حدیث کی کتابوں میں تصریح موجود ہے کہ اگر حدیثِ ضعیف دو یا اس سے زائد سندوں سے مروی ہو تو وہ حَسَن ہو جاتی ہے(۲) اور حدیث حَسَن احکام میں حجت ہے ہم نے مُقدِّمۃ الکتاب میں اس کے کچھ شواہد پیش کیے ہیں۔

الغرض درج بالا احادیث نبویہ اور ضابطۂ اصول حدیث سے یہ امر اچھی طرح ثابت ہو جاتا ہے کہ مذہب امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر قہقہہ والی احادیث سے یہ استدلال صحیح ہے کہ نماز کے اندر قہقہہ

---

(۱) البناية في شرح الهداية، ج:۱، ص:۲۳۰، كتاب الطهارات/ القهقهة في الصلاة.

(۲) **عنوانِ اول:** "ائمہ کے مذاہب" سے یہاں تک کا مضمون زیادہ تر "البنایۃ فی شرح الہدایۃ، ج:۱، ص:۲۲۷ تا ص:۲۳۴، فصلٌ فی نواقض الوضوء سے ماخوذ ہے۔ ۱۳۹۸ھ میں راقم الحروف نے یہ مضمون اپنے استاذ کریم شیخ القرآن، علامہ عبد اللہ خاں عزیزی علیہ الرحمہ کے زیر نگرانی لکھا تھا، اسے ہم نے معمولی ترمیم و اضافہ کے ساتھ جوں کا توں باقی رکھا ہے، اس کے بعد کی گفتگو راقم الحروف کا تازہ اضافہ ہے۔ ۱۲ منہ

ناقضِ وضو ہے۔

احادیثِ قہقہہ کے تعلق سے ہم نے ائمہ حدیث وفقہ کی بحثوں کی ایک جھلک یہاں پیش کی ہے، اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ دونوں فریق کا مقصد عمل بالحدیث ہے، فقہا کا ایک طبقہ اپنی بحثوں سے یہ ثابت کرتا ہے کہ یہ حدیثیں محدثین کی اصطلاح کے مطابق صحیح نہیں ہیں کیوں کہ جو رجال ان حدیثوں کو روایت کرتے ہیں ان میں کچھ ضعیف بھی ہیں اور ان کی وجہ سے یہ شبہہ واقع ہوجاتا ہے کہ یہ حدیثیں حضور سید عالم ﷺ کی زبانِ مبارک سے صادر ہوئی ہیں اور احکام میں حجت وہ حدیثیں ہوتی ہیں جن کا زبان رسالت سے صادر ہونا قطعی یا کم از کم ظنی ہو۔

فقہا کا دوسرا طبقہ بھی اس اصول کو تسلیم کرتا ہے اور بہت سے ابوابِ فقہ میں وہ بھی ضعیف حدیثوں کو قبول نہیں کرتا کہ ضِعاف احکام کے باب میں حجت نہیں مگر:

- جو حدیث بابِ احتیاط سے ہو، اس میں وہ ضعاف سے تمسّک کرتے ہیں۔
- یوں ہی کوئی حدیث کثرتِ طرق کی وجہ سے درجہ حسَن میں پہنچ جائے تو اسے بھی وہ حجت تسلیم کرتے ہیں۔

اس لیے ائمہ حنفیہ نے رجالِ حدیث کا جائزہ لے کر،

اوّلاً: یہاں یہ واضح کیا ہے کہ احادیثِ قہقہہ کثیر صحابہ اور کثرتِ طرق سے مروی ہونے کی وجہ سے درجہ حسَن میں ہیں، اس طرح یہ احادیث متروک ہونے کے بجائے قابل عمل ہوجاتی ہیں۔

ثانیاً: یہ جملہ احادیث بابِ احتیاط سے ہیں؛ کیوں کہ نماز میں قہقہہ سے اگر بالفرض وضو نہیں ٹوٹتا تو بھی وضو کر لینے میں کوئی حرج نہیں، بلکہ یہ تو "نورٌ علیٰ نور"(۱) ہوگا، اور اگر عند اللہ وضو ٹوٹ جاتا

---

(۱) قوله: (والوضوءُ على الوضوء نورٌ علىٰ نور) هذا لفظ حديث ذكره في الإحياء، وقال الحافظ العراقي في تخريجه: لم أقف عليه وسبقه لذلك الحافظ المنذري. وقال الحافظ ابن حجر: حديث ضعيف ورواه رزين في مسنده اهـ. جراحي. نعم روى أحمدُ بإسناد حسن مرفوعا: لولا أن أشق على أمتي لأمرتهم عند كل صلاة بوضوء يعني ولو كانوا غير محدثين. وروى أبو داود والترمذي وابن ماجه مرفوعا: من توضأ على طهر كتب له عشر حسنات ولم يقيّد الشارح باختلاف المجلس تبعا لظاهر الحديث.
(رد المحتار على الدر المختار، ج:۱،ص: ۲۰۲، ۲۰۳، كتاب الوضوء/مطلب في حديث: الوضوء على الوضوءِ نورٌ على نور، دار الكتب العلمية، بيروت لبنان.)

ہے جیسا کہ یہ احادیثِ کثیرہ شاہد ہیں تو وضو کرنا فرض ہوگا۔

یہاں چوں کہ ایک طبقہ فقہا ان احادیث کو اپنی تحقیق کے مطابق ضعیف مانتا ہے اس لیے ہم پورے وثوق کے ساتھ یہ نہیں کہہ سکتے کہ وضو ٹوٹ ہی جاتا ہے تاہم کم از کم ان احادیث کریمہ کی بنا پر وضو کا ٹوٹ جانا، پھر نماز کا فاسد ہونا مشتبہات سے ضرور ہو جاتا ہے اور مشتبہات سے بچنا فی الواقع دین کو بچانا ہے، جیسا کہ اس بارے میں کثیر احادیثِ صحیحہ وارد ہیں اور مذہب امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بنیاد احادیثِ قہقہہ کے ساتھ یہ احادیثِ صحیحہ بھی ہیں جنھیں شیخین نے بھی روایت کیا ہے اور ان کے سوا دوسرے ائمۂ حدیث نے بھی۔

نوع دوم کی احادیث

جن میں شبہات سے احتراز و احتیاط کی ہدایت ہے

اب ہم یہاں اس نوع کی بھی چند احادیث پیش کرتے ہیں:

(۱۰) عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ ، رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ، قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم الْحَلَالُ بَيِّنٌ وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ وَبَيْنَهُمَا أُمُورٌ مُشْتَبِهَةٌ فَمَنْ تَرَكَ مَا شُبِّهَ عَلَيْهِ مِنَ الإِثْمِ كَانَ لِمَا اسْتَبَانَ أَتْرَكَ وَمَنِ اجْتَرَأَ عَلَى مَا يَشُكُّ فِيهِ مِنَ الإِثْمِ أَوْشَكَ أَنْ يُوَاقِعَ مَا اسْتَبَانَ. وَالْمَعَاصِي حِمَى اللهِ، مَنْ يَرْتَعْ حَوْلَ الْحِمَى يُوشِكُ أَنْ يُوَاقِعَهُ.(۱)

ترجمہ: حضرت نعمان بن بشیر بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: حلال ظاہر ہے اور حرام ظاہر ہے اور ان دونوں کے درمیان کچھ امور ایسے ہیں جن کے حلال ہونے کا بھی شبہہ ہے اور حرام ہونے کا بھی۔ تو جو شخص شبہۂ گناہ والے کاموں سے بچے گا وہ کھلے اور یقینی گناہ کے کاموں سے زیادہ بچے گا۔

اور جو شخص شبہۂ گناہ والے کاموں پر دلیر ہوگا وہ قریب ہے کہ کھلے اور یقینی گناہ کے کاموں کا ارتکاب کر بیٹھے۔

معصیت کے کام اللہ کی (ممنوعہ) چراگاہ ہیں۔ کوئی سرکاری چراگاہ کے قریب چرائے تو قریب

---

(۱) صحيح البخاري ج:۱، ص:۲۷۵، كتاب البيوع/ باب الحلال بين والحرام بين و بينهما مشتبهات، مجلس البركات، مبارك فور.

ہے کہ وہ چراگاہ کے اندر بھی چرانے لگے۔

(یوں ہی جو معصیت کے قریب جائے گا قریب ہے کہ اس کا ارتکاب کر بیٹھے۔)

یہ مفہوم اسی حدیث کی دوسری روایت سے اور زیادہ عیاں ہو جاتا ہے:

● عَنْ عَامِرٍ قَالَ : سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ يَقُولُ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ -صلى الله عليه وسلم- يَقُولُ: الْحَلاَلُ بَيِّنٌ وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ وَبَيْنَهُمَا مُشَبَّهَاتٌ لاَ يَعْلَمُهَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ، فَمَنِ اتَّقَى الْمُشَبَّهَاتِ اسْتَبْرَأَ لِدِينِهِ وَعِرْضِهِ ، وَمَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ كَرَاعٍ يَرْعَى حَوْلَ الْحِمَى يُوشِكُ أَنْ يُوَاقِعَهُ. أَلاَ وَإِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى، أَلاَ إِنَّ حِمَى اللهِ فِي أَرْضِهِ مَحَارِمُهُ.(۱)

ترجمہ: حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرماتے سنا کہ حلال ظاہر ہے اور حرام ظاہر ہے اور ان دونوں کے درمیان کچھ مشتبہ امور ہیں جن میں حلال وحرام دونوں کا شبہہ ہے، بہت سے لوگ ان کے احکام نہیں جانتے۔ تو جو شبہات سے بچے اس نے اپنے دین اور آبرو کی حفاظت کر لی۔ اور جو شبہات میں پڑے حرام میں پڑ جائے گا۔ جیسے کوئی چرواہا سرکاری چراگاہ کے آس پاس چرائے تو قریب ہے کہ اپنے جانور اس میں بھی چرانے لگے، سنو، ہر بادشاہ کی ایک محفوظ چراگاہ ہوتی ہے جو دوسروں کے لیے ممنوع ہوتی ہے، سنو، اللہ عزوجل کی زمین میں اس کی محفوظ چراگاہ وہ چیزیں ہیں جو اس نے حرام فرما دی ہیں۔

(۱۱) عَنْ أَبِي الْحَوْرَاءِ السَّعْدِيِّ قَالَ: قُلْتُ لِلْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ : مَا حَفِظْتَ مِنْ رَسُولِ اللهِ -صلى الله عليه وسلم-؟ قَالَ حَفِظْتُ مِنْ رَسُولِ اللهِ -صلّى الله عليه وسلم- "دَعْ مَا يَرِيبُكَ إِلَى مَا لَا يَرِيبُكَ. قَالَ: وَأَبُو الْحَوْرَاءِ السَّعْدِيُّ اسْمُهُ رَبِيعَةُ بْنُ شَيْبَانَ. قَالَ: وَهَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ، صَحِيحٌ.(۲)

---

(۱) ● صحيح البخاري، ج:۱، ص:۱۳، كتاب الإيمان/ باب فضلِ من استبرأ لدينه، مجلس البركات، مبارك فور.

● الصحيح لمسلم، ج: ۲، ص:۲۸، كتاب المساقاة/ باب أخذ الحلال وترك الشبهات.

(۲) ● جامع الترمذي، ج ۲: ص:۷٤، ۷۵، أبواب الزهد عن رسول الله -صلى الله تعالى عليه وسلم- / بابٌ مِن الزهد، مجلس البركات.

● سنن النسائي ،ص: ۵۷۵، كتابُ الأشربة / باب الحثّ على ترك الشبهات.

● مسند الإمام أحمد بن حنبل، ص: ۱۷۷، مسندُ آل أبي طالب/ حديثُ الحسن بن علي بن طالب، رقم الحديث: ۱۷۲۳/ ۱۷۲۷.

● صحيح ابن حبان ، ج:۲، ص:٤۹۸، كتابُ الرقائق/ ذكرُ الزّجر عمّا يُريبُ المرءَ، رقم الحديث: ۷۲۲.

● المستدرك على الصحيحين، ج:۲،ص: ۵۱، كتاب الإيمان / شعائر الدّين.

ترجمہ: ابوالحوراسعدی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے دریافت کیا کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کیا (کوئی خاص فرمان) یاد رکھا ہے؟

تو انھوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے (ایک خاص فرمان) یہ یاد رکھا ہے کہ: جس کام میں شبہہ ہو اسے چھوڑ دو اور اس کام کو اختیار کرو جس میں کوئی شبہہ اور کھٹکا نہ ہو۔

ابوالحوراسعدی کا نام "ربیعہ بن شیبان" ہے اور یہ حدیث حسن، صحیح ہے۔

امام حاکم نے یہ حدیث تخریج فرما کر یہ افادہ بھی فرمایا:

هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الإسناد، ولَمْ يُخَرِّجَاه.[١]

ترجمہ: یہ حدیث صحیح الاسناد ہے، شیخین نے اس کی تخریج نہیں کی ہے۔

وقال الإمام الذهبي في كتاب البيوع: صحيحٌ[٢] وفي كتاب الأحكام: سنده قوي.[٣]

ترجمہ: امام ذہبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کتاب البیوع میں فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے اور کتاب الاحکام میں فرمایا کہ یہ قوی ہے۔

(۱۲) امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک دوسرے مقام پر یہ حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت کی ہے۔[٤] ان کے سوا دوسرے محدثین نے بھی یہ حدیث تخریج کی ہے۔

(١٤) وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ : لاَ يَبْلُغُ الْعَبْدُ حَقِيقَةَ التَّقْوى حَتّٰى يَدَعَ مَا حَاكَ فِي الصَّدْرِ.[٥]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ تقویٰ کی حقیقت تک بندے کی رسائی نہ ہوگی جب تک کہ جو بات اس کے سینے میں کھٹک رہی ہے اسے چھوڑ نہ دے۔

(١٣) عَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ الأَنْصَارِيِّ قَالَ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ -صلى الله عليه

---

(١) المستدرك على الصحيحين، ج:٢،ص: ١٣، كتاب البيوع / دَع ما يُريبك إلى ما لا يُريبك.

(٢) المستدرك على الصحيحين، ج:٢،ص: ١٣، كتاب البيوع / دع ما يريبك إلى ما لا يريبك.

(٣) المستدرك على الصحيحين، ج:٤،ص: ٩٩، كتاب الأحكام/ الصدق طمانينة والكذب ريبة.

(٤) مسند الإمام أحمد بن حنبل، ص:٨٥٦، مسند المكثرين / مسند أنس بن مالك -رضى الله تعالى عنه- رقم الحديث: ١٢١٢٣

(٥) صحيح البخاري، ج:١، ص:٦، كتاب الإيمان / باب قول النبي -صلى الله تعالى عليه وسلم- بُنِيَ الإسلام على خمس، مجلس البركات.

وسلَّمَ- عَنِ الْبِرِّ وَالإِثْمِ فَقَالَ ''الْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ وَالإِثْمُ مَا حَاكَ فِي صَدْرِكَ وَكَرِهْتَ أَنْ يَطَّلِعَ عَلَيْهِ النَّاسُ''.(۱)

ترجمہ: حضرت نواس بن سمعان بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ نیکی کیا ہے، اور گناہ کیا؟ تو حضور نے فرمایا: نیکی حسنِ اخلاق ہے اور گناہ وہ کام ہے جو تیرے دل میں کھٹکے اور تجھے یہ ناگوار ہو کہ لوگ اس پر آگاہ ہو جائیں۔

مثلاً شکار کو بسم اللہ پڑھ کر تیر مارا وہ بھاگتے ہوئے نگاہوں سے اوجھل ہو گیا، کچھ دیر ٹھہر کر تلاش میں نکلا اور وہ شکار مرا ہوا ملا تو شبہہ ہوتا ہے کہ وہ کسی سببِ غیر شرعی سے ہلاک ہوا، اب اگر واقعی ایسا ہی ہے تو عند اللہ اس کا کھانا گناہ ہوگا۔(۲)

ان احادیث کا حاصل یہ ہے کہ:

- شبہہ گناہ والے کاموں سے بچا جائے، ورنہ کبھی یقینی گناہ والے کام بھی سرزد ہو سکتے ہیں۔
- شبہہ والے کام کو چھوڑ کر وہ کام اپنایا جائے جس میں گناہ کا کوئی کھٹکا نہ ہو۔
- جو بات سینے میں کھٹکے وہ عند اللہ گناہ ہو سکتی ہے۔
- لہٰذا اس سے بچیں اور احتیاط پر عمل کریں۔

ان احادیث کو سامنے رکھ کر نماز میں قہقہہ والے دلائل کا جائزہ لیں تو یہ امور منکشف ہوں گے۔

۱- احادیث قہقہہ درجۂ حسن میں ہیں لہٰذا حجت ہیں اور ان سے یہ استدلال بجا ہے کہ نماز میں قہقہہ لگا کر ہنسنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

۲- بطور تنزل اگر مان لیا جائے کہ وہ تمام کی تمام احادیث ضعاف ہیں تو بھی کم از کم احتیاط فی الدین کی حد تک ان سے استدلال بجا ہوگا جیسا کہ صحیحین وغیرہ کی احادیث سے ثابت ہوتا ہے اور یہ ائمۂ اہلِ سنت کا مذہب بھی ہے جیسا کہ مقدمۃ الکتاب میں ہم نے اس کی شہادت پیش کی ہے۔

---

(۱) الصحيح لمسلم، ج:۲،ص:۳۱٤، كتاب البر والصّلة / باب تفسير البرّ والإثم، مجلس البركات.

(۲) عن رسول الله –صلى الله تعالى عليه وسلم- أنّه قال لعديّ بن أبي حاتم: وإن وقعت رميتك في الماء فلا تأكل؛ فإنك لا تدري أنّ الماء قتله، أم سهمك. [أخرجه البخاري في "الصيد والذبائح"، ج:۲،ص: ٢٤ • ومسلم في "الصيد" ،ج:۲،ص: ١٤٦ • والترمذي في "الصيد" ، ج:۱، ص: ۱۹۰. وبه يفتي. ۱۲ منه